قرآن مجید کے احسانات عربی زبان و ادب پر

از قلم : ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک
صدر شعبۂ عربی جامعہ پنجاب

تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمۂ فیض ، انسان کی جسمانی و روحانی اصلاح کا منبع و ماخذ، جمیع علوم اسلامیہ وعربیہ کا مرجع و مرکز، مسلمانوں کی ترقی کا راز سربستہ، عالم کی تاریکئ جہالت کو فنا کر دینے والا آفتاب درخشاں، نوع انسانی کو سعادت ابدی اور نجات اُخروی و سرمدی کی منزل مقصود تک پہنچانے والا ہادئ برحق قرآن مجید و فرقانِ حمید ہے۔

قرآن مجید نے عربوں کی تہذیبی، تمدنی ، اخلاقی ، معاشرتی ، ذہنی اور سیاسی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنی اور دماغی قوی کو علم وحکمت کی تحصیل وتکمیل پر آمادہ کیا اور اس طرح وہ ایک طرف اجڈوں کے درجہ سے ترقی کرکے بہترین قوم یعنی خیرالاُمم بن گئے اور دوسری طرف جہالت وضلالت کی گھناؤنی تاریکیوں سے نجات پاکر اُنہوں نے اطراف واکناف ربع مسکون ارضی میں علوم وفنون کی تحصیل وترویج کے سلسلے میں ایسے کارنامے انجام دیئے کہ تاریخ میں اُن کی مثال نہیں ملتی ۔ مسلمانوں کے یہ کارنامے ایسے واضح روشن اور بدیہی ہیں کہ مخالفین و معاندین اسلام اُن کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں ۔

قرآن مجید کے عربی زبان وادب پر احسانات پر گفتگو کرنے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ نزول قرآن اور ظہورِ اسلام سے قدیم جاہلی علوم میں جو تغیرّات رونما ہوئے اُن کا سرسری تذکرہ کردوں ۔ قدیم عربی ادب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کی وجہ سے علوم عرب میں تین قسم کے تغیرّات رونما ہوئے۔

۱۔ اسلام نے جاہلیت کے ایسے علوم کو جو خلاف عقل تھے یا وہ بے ہودہ

©rasailojaraid.com
©rasailojaraid.com
©rasailojaraid.com

اور احمقانہ تھے، باطل قرار دے دیا اس سلسلے میں کہانت اور عرافت کی مثال دی جا سکتی ہے۔

۲۔ دَورِ جاہلیت کے مفید علوم کو اختیار کیا اور اُنہیں بہت ترقی دی مثلاً لغت، کتابت، خطابت اور شعر

۳۔ بہت سے نئے علوم پیدا کیے۔

ظہورِ اسلام کے بعد عربوں کے علوم دو حصوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ قدیمہ اور جدیدہ۔ قدیمہ سے مراد وہ علوم تھے جو دَورِ جاہلیت میں موجود تھے۔ جدیدہ سے مراد وہ علوم تھے جو ظہورِ اسلام کے بعد عربی زبان میں معرضِ وجود میں آئے یا دیگر زبانوں سے منتقل ہوئے۔

© rasailojaraid.com

ہم ان علوم پر قرآن مجید اور اسلام کے اثرات کا مختصر جائزہ لیں گے اس جائزے کی ابتدار علوم قدیمہ جاہلیہ سے کی جائے گی۔

زبان و لغت

ہر قوم کی زبان اُس کی عقل و فراست اور اخلاق و آداب کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اور کسی قوم کی زبان سمجھ کر اُن کی دینی و اخلاقی حالت کا بہت حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کوئی قوم بھی ہمیشہ یکساں حالت میں نہیں رہتی۔ اُسے عروج و زوال کے مختلف ادوار و مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان ادوار کے آثار اُن کی زبان میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ جاتے ہیں جن سے اُن کی تاریخ لکھنے کے لئے بہت کچھ مواد مل سکتا ہے۔ اہل عرب دورِ جاہلیت میں اپنے ملک کے مخصوص جغرافیائی حالات کی بنا پر خانہ بدوش اور صحرا نورد تھے، غارتگری اور کشت و خون اُن کا کام تھا۔ بنابریں ان کی زبان اغراض بدویت سے مالا مال اور جذبات جدال و قتال سے معمور ہے۔ شعر و خطابت جاہل عربوں کے مایہ ناز فن تھے۔ لیکن اُن کی شاعری و خطبات کا موضوع بدوی زندگی کی عکاسی اور جاہلی کارناموں پر فخر کرنا ہے۔ اُن میں نہ تو اخلاقیات پر بحث ہے اور نہ علوم عقلیہ کی موشگافیاں نظر آتی ہیں۔

لیکن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قرآنی ہدایات ساتھ لائے تو اُس کی اتباع میں ایسی روح پیدا ہو گئی جس نے اُن کو آسمان کمال پر آفتاب کی طرح روشن کیا۔ ذرّے کا آفتاب ہو جانا۔ قطرے کا دریا بن جانا۔ وحشی و

© rasailojaraid.com

جاہل قوم کا اخلاق و آداب، علم و فضل اور ہدایت و سعادت میں دیگر اقوام کے لئے نمونہ بن جانا قرآنی تعلیمات کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ قرآن مجید نے عربوں کی زبان کو اتنی ترقی دی کہ دنیا کی کوئی دوسری زبان اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اسلام کا عربی زبان پر جو اثر ہوا اُس کی تفصیل یہ ہے۔

ظہور اسلام سے قبل جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبائل کے ہاں اُن کے اپنے اپنے لہجے مروج تھے وہ سب اگرچہ عربی زبان بولتے تھے لیکن اُن کے محاورات اور الفاظ اور تراکیب میں بہت فرق تھا۔ قدیم عربی ادب کی کتابوں مثلاً الاغانی، الکامل، البیان، العقد اور صبح الاعشیٰ اور ادب الکاتب میں ان قدیم لہجوں کا تذکرہ موجود ہے۔ عربی زبان پر قرآن مجید کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ [illegible] تمام جزیرہ نمائے عرب کا اتحاد عربی زبان کے ایک لہجے یعنی لہجہ قریشی پر ہو گیا کیونکہ قرآن مجید اسی لہجے میں اسی قبیلے کے ایک فرد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ عربی زبان کے ایک لہجے پر عربوں کے اتحاد و اتفاق کے بعد اُن کی زبان میں ایک عالمی اور بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے بیرون عرب پھیلنے، پھولنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی جو کہ قبل ازیں مفقود تھی۔ مختلف علمی اور سائنسی علوم کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت بھی اس کے بعد معرض وجود میں آئی۔ اگر قرآن مجید عربی زبان میں نازل نہ ہوتا تو عربوں کا اجماع کبھی بھی ایک لہجے پر نہ ہو سکتا اور نتیجتاً عربی زبان ایک عظیم اور اہم زبان کی حیثیت حاصل نہ کر سکتی۔

(۲) ظہور اسلام سے قبل عربی جزیرہ نمائے عرب کی چار دیواری تک محدود و محصور تھی۔ نزول قرآن کے بعد جب مسلمان تبلیغ و تلقین اسلام کے لئے اطراف و اکناف دنیا میں پھیلے تو ان کی بدولت عربی زبان بھی ان ممالک میں روشناس ہوئی اور جب ان ممالک کے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو قرآن مجید اور اسلام کی زبان ہونے کے باعث اسے ان ممالک میں پھیلنے کا موقع مل گیا۔ جزیرہ نمائے عرب سے باہر کے عرب ممالک مثلاً عراق، شام، مصر اور افریقہ وغیرہ میں۔ عربی زبان اسلام کی بدولت پھیلی اور رفتہ رفتہ ان ممالک کی اصل زبانوں پر غالب آگئی اور انہیں ختم کر دیا۔

© rasailojaraid.com

مرورِ قرن ہا قرن کے بعد ان ممالک کی عربی زبان میں مخصوص ماحول، تمدن اور حالات کی بنا پر تبدیلیاں رونما ہو گئیں اور اس طرح عربی زبان کے مختلف مقامی اور محلی لہجے پیدا ہو گئے۔ اصطلاح میں ان لہجوں کو لغت دارجہ (Colloquial Arabic) کہتے ہیں۔ ایک ملک کا عامی لہجہ بعض اوقات دوسرے ملک کے لہجے سے اتنا مختلف ہوتا ہے کہ عربی بولنے والے بھی ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک مسلمان برسرِ اقتدار رہے اور اُن کا تمدن عروج پر رہا لغتِ دارجہ لہجوں کی بنا پر کوئی خاص پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ لیکن جب مسلمان انحطاط کا شکار ہوئے اور مختلف سامراجی قوتوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ جمانا شروع کر دیا تو اُنہوں نے مسلمانوں میں تفرق و تشتت کے بیج بونے کے لیے انہیں یہ احساس دلانا شروع کیا کہ وہ ایک قوم نہیں ہیں۔ اُن کی زبان ایک نہیں بلکہ اُن کے مقامی لہجے ہیں لہٰذا اُن کو روزمرہ بول چال میں اور تحریر میں بھی مقامی بولی کو استعمال کرنا چاہیے۔ فصیح عربی ایک غیر فطری زبان ہے جس میں وہ اپنے مافی الضمیر کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتے۔ یہ بات ثابت کرنے کے لیے مستشرق حضرات نے دلائل و شواہد کے انبار لگا دیے۔ اُن کا مقصد یہ تھا وہ مسلمانوں میں تفرق و تشتت کے بیج بو کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر کے اپنے استعمار کی جڑیں مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں قرآن مجید نے دوبارہ عربی زبان کو سہارا دے کر عربوں پر احسانِ عظیم کیا۔ اس مقدس کتاب کی بدولت فصیح عربی معدوم ہونے سے بچ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ عربوں کا قومی تشخص اقوامِ یورپ کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہا۔ اگر دنیا بھر کے مسلمان قرآن مجید کی فصیح عربی زبان میں تلاوت نہ کرتے ہوتے تو اقوامِ یورپ کی معاندانہ کوششوں کے باعث فصیح عربی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی اور اس کی جگہ محلی لہجے لے لیتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ عربوں کا ایک قوم کی حیثیت سے وجود ختم ہو جاتا۔ عربی زبان کی وہی حالت ہو جاتی جو زوالِ روم کے بعد لاطینی کی ہوئی تھی۔ قرآن نے ہمیشہ عربی زبان کی حفاظت کی اور آج اس کتاب کی بدولت افریقہ کے دور دراز علاقوں میں رہنے والا عرب یمن کے

© rasailojaraid.com

دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں بسنے والے عرب کی بات سمجھ سکتا ہے اور اُس سے گفتگو کرنے پر قادر ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کی بدولت دنیا کے دور دراز علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں میں بھی فصیح عربی پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مختلف علاقوں میں علماء دین عربی بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید کی بدولت عربی زبان کو مسلمانوں کی ایک بین الاقوامی زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب نے اپنی زبان کی اس طرح حفاظت وصیانت نہیں کی جس طرح قرآن مجید نے عربی کی کی ہے اور اس اعتبار سے بھی قرآن مجید کو دیگر مذہبی کتب پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔

ظہور اسلام کے بعد زبان کے اغراض و مقاصد بہت وسیع ہو گئے۔ دورِ جاہلیت میں عام طور پر لغت کا استعمال بدوی زندگی خانہ بدوشی اور صحرا نوردی کی تفصیلات اور باہمی جدال و قتال اور کشت و خون کے واقعات بیان کرنے کے لئے ہوتا تھا لیکن ظہور اسلام کے بعد عقائد دینیہ، احکام شرعیہ، امور سیاسیہ اور اجتماعیہ اور اخلاقیات وغیرہ عربی زبان میں بیان ہونے لگے اور اس کے باعث عربی لغت میں نئے نئے الفاظ، اصطلاحات اور تراکیب داخل کی گئیں جس سے عربی زبان کی لغوی ثروت میں بیش بہا اضافہ ہوا جس کے باعث عربی آئندہ صدیوں میں ایک عظیم عالمی زبان بننے کے قابل ہو سکی۔

عربی زبان کے الفاظ و اسالیب میں قرآن مجید کے زیر اثر بڑا تغیر پیدا ہوا اگرچہ عربی زبان میں اصطلاحات عباسی دور میں مقرر کی گئیں تاہم صدر اسلام میں ہی بعض الفاظ لغوی معنی چھوڑ کر خاص اصطلاحی معنوں میں استعمال ہونے لگے مثلاً۔ صلوٰۃ۔ صیام۔ زکوٰۃ۔ مؤمن۔ کافر، فاسق۔ منافق۔ رکوع، سجود، حج، خلیفہ، امیر المؤمنین، کاتب، عامل قاضی، بیت المال وغیرہ بے شمار الفاظ لغوی معنی کے برعکس ایک خاص اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے لگے۔

اسلوبِ گفتگو میں بھی بہت فرق آگیا۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اطال اللہ بقاءک کے الفاظ حضرت علیؓ کے بارے میں استعمال کئے۔ اس طرح الفاظ دورِ جاہلیت میں کبھی استعمال نہ ہوتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ایسی تراکیب اور بندشیں مروی ہیں جن کو سب سے پہلے آپ نے استعمال فرمایا: مثلاً :۔
یاخیل اللہ ارکبی ، مات حتف اَنفِہٖ، لا تنتطح فیہ عنزان ، الآن حمی الوطیس ، لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین، کلّ الصید فی جوف الفراء ، ھُدنۃ علی دخن وجماعۃ علی اقذاء ، ان محاورات کے بارے میں الجاحظ لکھتے ہیں :۔ لم یسبقہ الیہ عربی، ولم یشارکہ فیہ عجمیّ ولم یُدّع لاحد ولا ادّعاہ احدٌ ، مما صار مستعملاً ومثلاً سائراً (البیان ۲۱۳) ان جدید محاورات وتراکیب کی بدولت عربی زبان کی علمی ثروت اور ذخیرہ الفاظ وتراکیب میں بیش بہا اضافہ ہوا اور عربی زبان میں اظہار مزید آسان ہوگیا۔ اس طرح بہت سے الفاظ جو زمانہ جاہلیّت میں مروج تھے بدلے ہوئے سماجی، دینی اور سیاسی ماحول میں متروک ہوگئے۔ مثلاً مرباع یعنی مال غنیمت کا ¼ حصہ جو فوج کا افسر موقع پر وصول کر لیا کرتا تھا نشیطہ یعنی مقام مقصود سے پہلے راستے میں جو مال مل جائے۔ فضول یعنی تقسیم کے بعد جو مال غنیمت بچ جائے اور تقسیم نہ ہوسکے۔ المکس، ایک خاص قسم کا ٹکسا اسی طرح دور جاہلیت کا گڈمارننگ: اَنعِمُ صباحًا ، گڈ ایوننگ اَنعِمَ ظلاماً یا بادشاہ ابیت اللّعن کہنا ترک کردیا گیا اور اُسکی جگہ اسلام کے السّلام علیکم نے لے لی۔ شعراء اور خطبے کے اُسلوب میں بھی تانق وتفنن پیدا ہوگیا۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی شعراء وخطباء کی زبانوں پر چڑھ گئیں۔ کلام الٰہی اور حدیث نبوی نے شعراء کے مذاق میں عفت وپاکبازی اور لطافت ونزاکت پیدا کردی ،کوئی خطبہ الیسا نہ ہوتا تھا جس میں قرآنی آیتیں یا احادیث نبوی بیان نہ کی جاتی ہوں قرآن مجید کے الفاظ استعمال کرنے کی بہت کوشش کی جاتی۔ بعض خطیبوں نے تو اپنے خطبوں کو کلی طور پر قرآن مجید کے الفاظ سے ہی مرتب کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ مصعب ابن الزبیر جب عراق آئے اور اُنہوں نے اہل عراق کو اپنے بھائی کی بیعت واطاعت پر آمادہ کرنا چاہا تو اُنہوں نے یہ خطبہ دیا۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم ، طٰسٓمٓ تلک آیات الکتاب المبین ، نتلوا علیک من نبإ موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یومنون ، ان فرعون علا فی

© rasailojaraid.com

الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم انہ کان من المفسدین (ان الفاظ کے بعد انہوں نے شام کی طرف اشارہ کیا) اور ——— : و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین (اور اس کے بعد انہوں نے حجاز کی طرف اشارہ کیا) اور کہا: ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون (اور اس کے بعد عراق کی طرف اشارہ کیا۔ یہ خطبہ پورے کا پورا قرآن مجید کے الفاظ پر مبنی ہے مسلمان اُن خطبوں کو جن میں آیات قرآنیہ نہ ہوتیں ناپسند کرتے تھے اور انہیں حقارت سے البتراء [illegible]

© rasailojaraid.co

جب تک اہل عرب کو عجمیوں کے ساتھ اختلاط کا موقع نہ ملا تھا عربی زبان میں لحن یعنی اعرابی اور نحوی غلطیاں شاذ و نادر ہی صادر ہوتی تھیں۔ لیکن جب اشاعت اسلام کے بعد غیر عرب اقوام نے عربی زبان سیکھی تو چونکہ عربی اُن کی مادری زبان نہ تھی اس لئے وہ نحوی غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ اس طرح وہ عرب بھی جنہیں عجمیوں کی صحبت [illegible] لحن سے محفوظ نہ رہ سکے۔ مروی ہے کہ حضرت بلال کا تلفظ حبشی [illegible] کا فارسی اور حضرت صہیب کا رومی تھا۔ چونکہ [illegible] ان سے خالص عربوں کی سی صحیح عربی کی توقع نہیں [illegible] منقول نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہا جس میں اُس سے لحن سرزد ہوا تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ارشدوا اخاکم فقد ضل۔

جب ہزاروں غیر عرب اسلام قبول کر کے عربوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہنے لگے تو [illegible] کثرت کے ساتھ نظر آنے لگے۔ البتہ عرب کے اندرونی [illegible] سے پاک [illegible] کی اس بڑھتی ہوئی خرابی کو روکنے کے لئے علم نحو وضع کیا گیا جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

کتابت: اسلام سے قبل لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔ ظہور اسلام

© rasailojaraid.co

کے وقت صرف دس بارہ قریشی لکھنا جانتے تھے سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کو عام کرنے کی طرف توجہ دی - آپ نے اسیران بدر میں جو لوگ لکھنا جانتے تھے اُن سے کہا کہ مدینہ کے دس دس بچوّں کو لکھنا سکھا دو اور آزاد ہو جاؤ - نزول قرآن کے اختتام تک آپ کے کاتبین کی تعداد ۴۰ تک پہنچ گئی تھی - ابتداء میں مسلمان خط حیری یا انباری میں لکھا کرتے تھے - جب ۱۸ ھ میں حضرت عمرؓ نے کوفہ کی بنیاد رکھی تو اہل حیرہ و انبار میں سے باقی لوگ وہاں آ آباد ہوئے اور وہاں اُنہوں نے خط حیری و انباری کی مزید اصلاح اور درستی کی اور یہ خط کوفہ کی طرف منسوب ہو کر خط کوفی کے نام سے مشہور ہوا - یہ کوفی خط ابتدائی اور غیر ترقی یافتہ صورت میں تھا - اس میں ایک حلقہ کو [illegible] تمیز کرنا نہایت مشکل تھا - اس میں نہ نقطے تھے اور نہ زیر نہ زبر اور پیش - عرب فطری ملکے کی بنا پر اس خط کو صحیح پڑھ لیتے تھے لیکن
جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور غیر عرب اقوام حلقہ بگوش اسلام ہونے لگیں تو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں قرآن مجید میں بھی لحن نہ ہونے لگے - چنانچہ قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کے لئے نقطے اور زیر زبر پیش یعنی اعراب وضع کئے گئے اور خط کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی - حرکات ابو الاسود الدؤلی نے وضع کیں - وہ فتحہ پر دلالت کرنے کے لئے حرف کے اوپر، کسرہ کے لئے حرف کے نیچے اور ضمہ کے لئے حرف کی شمالی جانب ایک نقطہ دیا کرتا تھا

تنوین کی صورت میں وہ دو نقطے لگاتا جو اصل تحریر سے مختلف روشنائی میں ہوتے - نصر بن عاصم اور یحیٰی بن یعمر نے حجاج کے حکم سے حروف کے اوپر اور نیچے نقطے لگانے شروع کئے - اس کی ضرورت بھی قراءت قرآن میں تصحیف سے محفوظ رہنے کے لئے محسوس ہوئی کیونکہ نقطوں کے بغیر د اور ذ ، ص اور ض اور ان کی طرح کے دوسرے حروف میں تمیز مشکل ہے ، بعد ازاں عباسی دور میں خط کو مزید بہتر بنایا گیا اور مختلف حسین و جمیل خطوط ایجاد ہوئے - عربی کتابت میں جتنی ترقی ہوئی وہ سب قرآن مجید کی مرہون منت ہے مختلف ادوار میں مختلف خطاط خط کو بہتر سے بہتر بنانے کی جو مستقل کوشش کرتے رہے اُن کی تہ میں صرف یہ جذبہ کار فرما تھا کہ قرآن مجید کو خوبصورت سے خوبصورت انداز میں لکھا جائے تاکہ

© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

لوگ اُسے صحت کے ساتھ پڑھ سکیں - الاستاذ سید ابراہیم اپنے مقالے الخط العربی اصلہ وتطورہ میں اس حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں !

لقد کان القرآن الکریم ھو الدوح الحی الذی قاد قافلۃ الابداع الفنی فی عالم المسلمین جمیعا واخذ الخط کفّن نصیبہ الاوفی من ذلک الابداع -

الانشاء : دورِ جاہلیت کی انشاء اور نثر کے نمونوں میں سے سوائے کاہنوں کے سجع اور [illegible] کاہنوں شق و سطیح کے اقوال کے اور کچھ ہم تک نہیں پہنچا یہ سجع اور اقوال، بے معنی، لغو اور رکیک ہونے کے باعث ذوقِ سلیم پر گراں ہیں - ظہورِ اسلام کے بعد انشاء میں بھی خطابت کی طرح بہت ترقی ہوئی اور انشاء پرداز فصیح و بلیغ اُسلوب میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے لگے کاتب ایجاز اور بلاغت میں قرآن مجید کے اسلوب کی پیروی کرتے اور آنحضورؐ کی حدیث "اوتیت جوامع الکلم واختصرلی الکلام اختصارا" کے تتبع میں حتی الامکان اختصار سے کام لیتے اُن کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی کو سمو دیں - کاتب حضرات اپنی تحریر کو بلیغ و فصیح بنانے اور اُس میں زور پیدا کرنے کے لیے اپنی مراسلت میں حسب حال آیات قرآنی درج کر دیا کرتے تھے جو ترصیع اور تطریز کی صورت میں اصل عبارت میں شامل ہو جاتیں یہ رواج آج تک باقی ہے - قرآن مجید نے عربی انشاء پر جو گہرا اثر ڈالا اُس کے بیان کے لئے حضرت علیؓ کے بلیغ خطبات و رسائل کا ذکر کافی ہے بنو امیہ کے دور میں خطوط نویسی اور انشاء اسی انداز پر رہی، ولید بن عبدالملک کے دور میں قرآنی اُسلوب کو چھوڑ کر تصنع و تکلف کا ارتکاب ہونے لگا - لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں پھر پرانے اُسلوب کو اپنا لیا گیا - بنو عباس کے دور میں بہت سے عظیم ادیب اور انشاء پرداز پیدا ہوئے جن میں عبداللہ ابن المقفع، سہل بن ہارون، ابن العمید الصاحب بن عباد اور بدیع الزمان الہمذانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں - ان جملہ انشاء پردازوں کے اسلوب پر قرآنی انداز بیان کا بڑا گہرا اثر نظر آتا ہے اور ان کے رسائل و تحریرات میں بھی قرآن مجید کے الفاظ تراکیب اور آیات کثرت کے ساتھ نظر آتی ہیں -

© rasailojaraid.com

علوم قدیمہ جاہلیہ پر قرآن مجید کے اثرات کے اس مختصر سے جائزے کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے زیر اثر عربی زبان میں کون کون سے نئے علوم پیدا ہوئے۔ جرجی زیدان اپنی کتاب "تاریخ آداب اللغۃ" میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مد انگیز دور عروج میں اسلامی علوم و فنون کی تعداد بڑھتی ہی گئی حتیٰ کہ اُن کی تعداد تین سو سے تجاوز کر گئی: "واکثرھا نشأ من القرآن الکریم او تولد خدمۃ لہ"۔ ان میں سے بیشتر قرآن مجید سے مستخرج ہیں یا قرآن مجید کی افہام و تفہیم میں مدد کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

علامہ جلال الدین نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں خاص قرآنی علوم کی تعداد ۸۰ بیان کی [illegible] ان میں سے ہر علم پر علماء اسلام نے مستقل کتابیں تحریر کی ہیں [illegible] کتاب میں کیا ہے۔ علامہ سیوطی سے قبل بھی علماء نے علوم القرآن کے موضوع پر کتابیں لکھیں جن میں ابن الجوزی کی دو کتابیں فنون الافنان فی علوم القرآن اور المجتبیٰ فی علوم تتعلق بالقرآن اور بدر الدین الزرکشی کی البرهان فی علوم القرآن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علامہ سیوطی نے الزرکشی کی کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ قرآن پاک ایک مخزن علوم و فنون اور منبع اسرار و حقائق اور سرچشمہ اصول دین ہے اور اس خصوصیت میں کوئی آسمانی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر ہم صرف ان علوم کے نام ہی گنوانا چاہیں جو قرآن مجید سے متفرع ہوئے یا اسکی خدمت کیلئے وضع کئے گئے تو بہت وقت درکار ہو گا جس کی ہماری آج کی یہ مجلس متحمل نہیں۔ لہذا میں صرف چند اہم علوم کے تذکرے پر ہی اکتفا کروں گا۔

قراءۃ القرآن یہ علم خاص قرآن مجید کی خدمت کے لئے وضع کیا گیا جس سے بعد میں سات علوم متفرع ہوئے یعنی علم الشواذ، علم مخارج الحروف، علم مخارج الالفاظ، علم الوقوف، علل القرآن، کتابۃ القرآن، آداب کتابۃ المصحف۔ ان جملہ علوم پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔

نحو اسلامی فتوحات کے دائرے کے وسیع ہونے اور غیر عربوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد عربی زبان کے قواعد مرتب کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی کیونکہ ان کی معمولی سی غلطی سے معانی قرآن میں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ابوالاسود الدؤلی نے ایک شخص کو قرآن مجید کی آیت ان اللّٰہ بریٔ من المشرکین ورسولہ پڑھتے سُنا وہ رسولہ کو المشرکین پر عطف زیر کے ساتھ پڑھ رہا تھا۔ اس پر اُس نے نحو کے ابواب عطف ولغت تالیف کئے جو عربی نحو کے بہت اہم اجزاء ہیں۔ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے کے جذبے سے یہی رفتہ رفتہ جملہ قواعد نحو مرتب ہوئے جب سیبویہ نے عربی علم نحو پر اپنی مشہور و معروف کتاب "الکتاب" نامی مرتب کی تو اُس نے مختلف نحوی مسائل کی وضاحت کے لئے صرف قرآن مجید سے ہی شواہد دیئے۔ اسی سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بنیادی طور پر علم نحو قرآن مجید [illegible] کیا گیا ہے دوسری صدی ہجری کے خاتمے سے قبل علم نحو مکمل طور پر مرتب ہو چکا تھا۔ یونانیوں نے اپنی سلطنت کے قیام کے کئی سو سال بعد اپنی نحو کی تدوین کی جبکہ رومیوں نے یہ کام چھ صدیوں میں انجام دیا۔ عربوں نے یہ کام قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے کے جذبے کی بناء پر ایک صدی میں کر ڈالا۔

ادب ولغت

چونکہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے اس لئے اس کو سمجھنے کے لئے عربی ادب، زبان اور لغت سے واقفیت ضروری ہے۔ چنانچہ علم ادب اور علم لغت کی تدوین بھی قرآن مجید کی خدمت کے لئے ہی کی گئی۔ علماء کی ایک کثیر تعداد نے اسالیب عرب، اقوال عرب۔ قدیم اشعار اور ضرب الامثال وغیرہ کو کتابی صورت دینی شروع کی تاکہ ان کے ذریعے وہ قدیم عربی زبان پر پورا پورا عبور حاصل کر سکیں اور اس طرح قرآن مجید کے معانی و مضمرات کو کما حقہ سمجھ سکیں۔ حضرت ابن عباس کے قول: اذا قرأتم شیئًا من کتاب اللّٰہ ولم تعرفوہ فاطلبوہ فی الاشعار لان الشعر دیوان العرب کی بناء پر علماء کی توجہ علم ادب کے حصول کی طرف خاص طور پر مبذول ہو گئی۔ علم ادب سے ۲۰ سے زائد علوم متفرع ہوئے۔ جن میں سے اہم، صرف، اشتقاق، معانی، بیان، بدیع اور عروض ہیں یہ سب علوم قرآن مجید کی خدمت کے لئے معرض وجود میں آئے۔

[illegible] ہے اور اس کی تدوین قرآن مجید کے معانی صحیح طور پر

© rasailojaraid.com

سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کی گئی - علم حدیث اور علم رجال بھی اسی مقصد کے لئے معرض وجود میں آیا - علم فقہ قرآن مجید سے احکام شرعیہ استنباط کرنے کے لئے وضع کیا گیا - عربی زبان میں علم تاریخ کا مطالعہ اور ترتیب بھی قرآنی اثرات کے تحت ہی شروع ہوئی - اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مفسرین کرام نے تفسیریں لکھنی شروع کیں تو انہیں قرآن مجید میں امم قدیمہ کے بارے میں مذکورہ واقعات کی تفصیلات معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی بنا پر انہوں نے یہ معلومات حاصل کرنے اور انہیں ترتیب دینے کا عمل شروع کیا جس سے علم تاریخ معرض وجود میں آیا - حدیث، فقہ، نحو، ادب وغیرہ کے اماموں کی چھان پھٹک کے لئے طبقات کا علم ایجاد ہوا اور طبقات الشعراء، طبقات المفسرین، طبقات النحویین طبقات المفسرین اور طبقات اللغویین والنحاۃ پر کتابیں لکھی گئیں -

علم جغرافیہ اور تقویم البلدان کا مطالعہ بھی قرآن مجید کے اثرات کے تحت ہی شروع ہوا - قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں جن میں تقویم اور جغرافیہ کے علم حاصل کرنے پر رغبت دلائی گئی ہے - مثلاً : اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ان آیات میں مذکور احکام کی پیروی میں مسلمانوں نے جغرافیہ اور تقویم البلدان کا مطالعہ شروع کیا اور اس علم کو معراج کمال تک پہنچایا - حج بیت اللہ کے لئے اطراف و اکناف دنیا سے حجاز کی طرف سفروں اور اس طرح حدیث اور دیگر علوم کے علماء کے دنیا کے مختلف گوشوں کی طرف حصول علم کی خاطر سفروں کی بنا پر بھی تقویم البلدان اور جغرافیہ کی تدوین کی ضرورت محسوس ہوئی - خراج اور جزیہ کے بارے میں فقہی احکام پر ٹھیک طور پر عمل درآمد کرنے کے لئے بھی تقویم البلدان اور جغرافیہ کا مطالعہ خصوصی طور کیا جانے لگا -

---

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں مختلف سائنسی علوم میں جو کمال حاصل کیا وہ بھی قرآن مجید کی تعلیمات کی بنا پر ممکن ہوا - قرآن مجید صرف مذہبی احکام

© rasailojaraid.com

وظائف کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کتاب نے روحانی و اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ لوگوں کو رموزِ فطرت اور اسرارِ کائنات یعنی جدید سائنس سے بھی روشناس کرایا۔ قرآن مجید نے بغیر سوچے سمجھے آنکھیں بند کرکے مان لینے کا حکم نہیں دیا بلکہ عقل استعمال کرکے اُسی کے ذریعے ہستی باری تعالٰے کو پہچاننے کا حکم دیا ہے۔ اوہام باطلہ اور مشرکانہ ضعیف الاعتقادیوں کی تکذیب و تردید کرکے لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں رموزِ فطرت سمجھنے کی کوشش کریں، زمین و آسمان کے اسرار پر غور و خوض کریں۔ اجرام سماوی کے عقدے حل کرنے کی سعی کریں۔ اگر وہ ان پر غور کریں گے تو اُن کی فطرتِ سلیم خود بخود اُنکی ایمان اُس ہستی کی طرف کر دے گی جو ان جملہ اشیاء کی منتظم و مدبر ہے۔

قرآن پاک نے علوم دینی و دنیوی میں تفریق نہیں کی۔ بلکہ تمام ان علوم کو جن کے بارے میں انسان رموزِ کائنات کو سمجھ سکے اور ہستی باری تعالٰے تک پہنچ سکے۔ سیکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ قرآن پاک نے بار بار لوگوں کو علم حاصل کرنے پر اُبھارا ہے۔ لفظ علم یا اُس کے مشتقات کا تذکرہ قرآن کریم میں ۷۶۵ مرتبہ ہوا ہے۔ تقریباً ۷۵۰ ایسی آیات ہیں جن میں مختلف کائناتی علوم کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں بجز الفاظ اللہ کے کوئی کلمہ علم سے زیادہ نہیں دہرایا گیا۔ یہ قرآن کی نظروں میں علم کی عظمت و جلالت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اُس میں لکھنے پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی رغبت دلائی گئی۔ قرآن پاک میں علم فلک، نیچرل سائنس، پہاڑوں، دریاؤں، نباتات، آسمان، ابر، پانی

ہوا اور روح کے متعلق اعلیٰ معلومات حاصل کرنے اور ان چیزوں میں جو قوانین قدرت کے راز پوشیدہ ہیں کا پتا چلانے کی ہر دور ہدایت موجود ہے۔

اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں اپنی پیدا کی ہوئی کئی چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدائے پاک کو ان مخلوقات کی قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ نوعِ انسانی ایسی چیزوں کی قسم کھایا کرتی ہے جن سے اُسی کو فائدہ پہنچتا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہو اور اس بنا پر وہ ان اشیاء کی قدر کرتی ہے - خداوند کریم نے انسان کے اس فطری میلان کی بنا پر اپنی بعض قابل قدر مصنوعات و مخلوقات کے فوائد اس پر آشکار کرنے کا یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ اُن کی قسم کھائی ہے اور اس طرح انسانوں کو ان اشیاء کی طرف متوجہ کیا ہے تاکہ وہ انہیں پہچانیں اور ان کے فوائد سے خبردار ہو کر نفع اُٹھائیں - اُن کی قسم کھانے کا حاصل صرف یہ ہے کہ انسان ان کا علم حاصل کرے اور مصنوعات باری تعالےٰ کے عجائب و غرائب سے واقف ہو کر اُن کی عظمت و جلالت کا قائل ہو -

پروردگار عالم نے اجرام علوی اور اُن کے خواص اور روشنیوں اور مواقع کی بیسیوں قسمیں کھائی ہیں - اس کے بعد رات کے چلنے کی قسم یوں کھائی ہے - واللیل اذا یسر پھر قمری مہینے کی پہلی رات کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس میں اندھیرے کا حصہ روشنی پر غالب رہتا ہے - ستارہ ڈوبنے کی قسم (والنجم اذا ھوی) اس کے ڈوبنے پر تنبیہ کرنے کے لئے کھائی - ستاروں کے مواقع اور ان کے دور کے دائروں کی بھی قسم کھائی ہے - پھر فرمایا: وانہ لقسم لو تعلمون عظیم - یعنی اگر تم معلوم کرو تو یہ ایک بہت بڑی قسم ہے - اس سے بجز اس کے اور کیا معلوم کیا جا سکتا ہے کہ قسم کھا کر انسان کو مقسم بہ کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا ہے تاکہ وہ ستاروں کے مواقع، ان کے اندازوں، دائروں اور حرکات و سکنات کی معرفت و شناخت حاصل کرے -

فلک اور اجرام سماوی کی قسم کھا کر اور ان کی اہمیت کی طرف توجہ دلا کر پروردگار عالم نے ایسی چیزوں کی اہمیت بتائی ہے جو آسمان کے نیچے یا کرۂ ارضی کو محیط ہیں - اس سلسلے کو غبار اُڑانے والی ہواؤں کے ذکر سے شروع کیا اور فرمایا :

والذاریات ذروا، پہاڑوں کی قسم کھائی، والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین - گھوڑے کی بھی قسم کھائی والعادیات ضبحا پھر ایک ہی جنس اور محسوس ہونے والی چیز کی قسم کھائی اور فرمایا وشاھد ومشھود یہ علویات اور سفلیات کی قسمیں اس بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کو ان امور کی اہمیت سے

© rasailojaraid.com

روشناس کرا کر ان پر حساب، ہندسہ، نجوم، طبیعیات کیمیا اور علم النفس وغیرہ تمام علوم کا جاننا لازمی قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ بالا قسموں میں جو خداوند قادر مطلق نے کھائی ہیں انہی چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو ان علوم و فنون کا ماخذ اور سرچشمہ ہیں۔

قرآن نے علوم کی طرف متوجہ کرنے کا ایک اور طریقہ بھی استعمال کیا اور وہ یہ کہ علم کی بہت تعریف کی ہے اور اس کے مقابلے میں جہالت کی شدید مذمت کی ہے۔ خداوند تعالے نے علم کل کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ علم کی بہت بڑی تکریم ہے۔

قرآن پاک اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کی تعمیل میں مسلمانوں نے علوم و فنون کی تحصیل کو اپنا شعار بنا لیا۔ وہ جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر جہاں بھی گئے۔ اس جذبے کو ساتھ لے کر گئے۔ مسلمان جب مفتوح ممالک میں داخل ہوئے تو انہوں نے نہ صرف مفتوحین کے علمی مراکز کی حفاظت کی بلکہ اُن کے علماء کی ہر طرح تعظیم و تکریم کی۔ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ خود اپنے مفتوحین کی شاگردی اختیار کر لی اور اس میں کوئی سبکی محسوس نہ کی۔ یہ سب قرآن مجید کے واضح احکام کی پیروی میں ہوتا تھا۔ بغداد میں ہارون و مامون اور اُن کے جانشینوں نے اور قرطبہ میں اموی خلفاء اور بعد میں آنے والے بادشاہوں نے تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت کیلئے جو کارنامے انجام دیئے وہ سب کو معلوم ہیں اور اُن کا دہرانا تحصیل حاصل ہے۔

مختصر یہ کہ مسلمانوں نے مختلف علوم و فنون کی طرف اپنی توجہ قرآن مجید کے احکام کی پیروی میں ہی منعطف کی؛ اور عربی زبان میں علوم کا جو سرمایہ موجود ہے وہ سب کا سب واضح قرآنی احکامات کی تعمیل میں پیدا ہوا۔ لہٰذا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہی ہوں کہ عربی زبان میں موجود تمام دینی و دنیاوی علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com